MarsiyaeMarsiya
www.emarsiya.com

مرثیہ (۳)

خیبر کشائے نظم ہے تیغ زباں مری

تذکرہ جنگ خیبر و شہادت امیر المومنین علیہ السلام

بند (۱۳۲)

مصنفہ
سید سرفراز حسین خبیر لکھنوی

مطبوعہ
نظامی پریس آہنی پھاٹک لکھنؤ

باسمہ

زیارت حضرت امیر المومنین علیہ السلام

السَّلَامُ عَلیٰ اَبِی الْاَئِمَّۃِ وَخَلِیْلِ النُّبُوَّۃِ وَالْمَخْصُوْصِ بِالْاُخُوَّۃِ
السَّلَامُ عَلیٰ یَعْسُوْبِ الدِّیْنِ وَالْاِیْمَانِ وَکَلِمَۃِ الرَّحْمٰنِ اَلسَّلَامُ عَلیٰ مِیْزَانِ
الْاَعْمَالِ وَمُقَلِّبِ الْاَحْوَالِ وَسَیْفِ ذِی الْجَلَالِ وَسَاقِی السَّلْسَبِیْلِ الزُّلَالِ
اَلسَّلَامُ عَلیٰ صَالِحِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَوَارِثِ عِلْمِ النَّبِیِّیْنَ وَالْحَاکِمِ یَوْمَ الدِّیْنِ اَلسَّلَامُ
عَلیٰ شَجَرَۃِ التَّقْوٰی وَسَامِعِ السِّرِّ وَالنَّجْوٰی اَلسَّلَامُ عَلیٰ حُجَّۃِ
اللّٰہِ الْبَالِغَۃِ وَنِعْمَتِہِ السَّابِغَۃِ وَنِقْمَتِہِ الدَّامِغَۃِ اَلسَّلَامُ
عَلَی الصِّرَاطِ الْوَاضِحِ وَالنَّجْمِ اللَّائِحِ وَالْاِمَامِ النَّاصِحِ وَالزِّنَادِ
الْقَادِحِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

تاریخ ولادت ۱۳ر رجب سنہ ۳۰ عام الفیل | تاریخ شہادت ۲۱ ماہ رمضان سنہ ۴۰ھ

جائے دفن نجف اشرف

نظروں میں آج پھرتی ہے خیبر کی رزار
قلعے میں وہ یہودیوں کا اُس دن قرار
خیر البشر و دختر مع انصار جاں نثار
پیچیدہ سو تھے اور ستمگار دس ہزار
یک دل خدا کی راہ میں دل شکوہ تھے
کفار بت بنے ہوئے بالائے کوہ تھے

دیکھے جمال رفتے سخن ہر سخن پرست
تخئیل کا یہ حسن یہ معنی کا بندوبست
یہ خوبی کلام یہ الفاظ کی نشست
بندش ہی سست ہے نہ مضامین ہیں پست
مداح ہوں میں بادشہ قلعہ گیر کا
خیبر کی سمت ذہن چلا ہے خبیر کا

اہل نظر ہی دیکھیں گے جاہ و حشم مرا
انصاف جنکے دل میں ہے بھرتے ہیں دم مرا
جنت نما ہے جلوہ حسن رقم مرا
طوبیٰ نہال جس کا ہو وہ ہے قلم مرا
نقشہ مری نگاہ میں ہے کارزار کا
سایہ ہے میری نظم پہ ذوالفقار کا

رہتا ہوں جام بادۂ حبِ علی سے مست
اعدا کا حوصلہ ہوا میرے شرف سے پست
پروا نہیں خلاف رہیں مجھ سے خود پرست
دشمن اگر قوی ست نگہباں قوی ترست
سو جان سے غلام اسد کبریا کا ہوں
بندو سگی کی ذروں کریں میں بندہ خدا کا ہوں

خیبر کشائے نظم ہے تیغ زباں مری
رکتی نہیں ہے فکر دم امتحاں مری
دشمن کو آب تیغ ہے طبع رواں مری
حاسد ہو دم بخود جو سنے داستاں مری
مارا خیال جنگ و پیکار زار نیست
ورنہ دل دو نیم کم از ذوالفقار نیست

لہ

وہ شام انتظار دلوں کا وہ اضطراب
دم بھر علم کے شوق میں سوئے نہ شیخ و شاب
بستر پہ کروٹیں وہ بدن وہ پیچ و تاب
آنکھوں میں پھر رہا تھا علم کیونکر آتا خواب
بھاری مجاہدوں پہ نہایت وہ رات تھی
گویا نقاب شاہد رایت وہ رات تھی

عہ

وہ شب تھی یا سیاہی گیسوئے حور عین
یا تھی سواد مردمک چشم سرمہ گیں
یا خال وجہ زینت رخسارہ حسیں
یا دود آہ عاشق مہجور و غم نشیں
والنجم والقمر تھا جو وردِ آسمان کا
ذرے زمیں کے پڑھتے تھے سورہ دخان کا

حہ

یہ مژدہ سن کے خوش ہوئے صحابہ نیک نام
سب چاہتے تھے ہم کو ملے کل یہ احتشام
دن انتظار و شوق میں گذرا تو آئی شام
بالائے آسماں ہوئی تاروں کی دھوم دھام
شوری نے بڑھ کے فتح و ظفر کا نشاں دیا
گردوں نے چاند کو علم کہکشاں دیا

طہ

بولے یہ سن کے ہادی دیں سرور امم
کل دوں گا اسکو لشکر اسلام کا علم
واقف نہیں فرار سے جس مرد کے قدم
بھرتا ہے دم خدا و نبی کا وہ دم بدم
کل قدسی و ولی و وصی اسکے دوست ہیں
سب اک طرف خدا و نبی اسکے دوست ہیں

سہ

اکثر سپاہ دیں سے گئے لشکری جواں
لیکن نہ جنگ سر ہوئی پلٹے مع نشاں
اک شخص نے حضور سے آ کر کیا بیاں
ناکامیوں سے اپنی یہ اعدا کو ہے گماں
بحر وغا کا بیش بہا در کوئی نہیں
فوج محمدی میں بہادر کوئی نہیں

۱۱

اسلام کا نصیب جگاتی ہوئی وہ رات
دین خدا کا رنگ جماتی ہوئی وہ رات
دنیا سے زنگ کفر مٹاتی ہوئی وہ رات
شبنم کی بوندیوں سے نہاتی ہوئی وہ رات
پونچھے جو بھیگے بال نئی آب مل گئی
لیلائے شب کو چادر مہتاب مل گئی

۱۲

وہ آسماں پہ انجم تاباں کی انجمن
وہ سبزہ کے گیسوئے پرپیچ کی شکن
وہ کہکشاں کی تاروں بھری مانگ ضوفگن
ناہید کی ادا وہ ثریا کا بانکپن
مہتاب کا فروغ وہ تاروں کی چھاؤں میں
ذرے سے چمک رہے تھے ستاروں کی چھاؤں میں

۱۳

بکھرے ہوئے نجوم کی جھمکی ہوئی وہ صف
تیر ادا کے واسطے عاشق کا دل ہدف
چھٹکی ہوئی وہ چاندنی سپید ہیں ہر طرف
حلقہ سفید اور سیہ چاند کا کلف
ضدین اک جگہ ہیں یہ منظر ہے دید کا
چاندی کی ہو انگوٹھی نگینہ حدید کا

۱۴

بچھا جو چاندنی کا مصلا بہ آب و تاب
قصد نماز شب میں ہوا محو آفتاب
پایا وضو کو چشمۂ نیلوفری سے آب
پروین نے دی ستاروں کی تسبیح لاجواب
ممتاز تھا قمر جو عبادت گزاروں میں
لکھا دبیر چرخ نے شب زندہ داروں میں

۱۵

یارے گھٹتے ہوئے سجدہ میں جھک گئے
جس طرح گرد کعبہ کوئی باخدا پھرے
یاں لوگ ہیں حصول علم کے تشنہ لب کئے
دریائے فلک میں کبھی ڈوبے کبھی ترے
اوپر نیچے جہاں گردش نے رات اور دن نے
آنکھوں ہی میں گزار دی سب رات نوح نے

مطلع ١٦

پردے میں نور کے جو مہ چہرہ نہاں ہوا
باد سحر سے گلشن انجم خزاں ہوا
باغ جہاں نمونۂ صحن جناں ہوا
تختۂ زمیں کا رشک ہزار آسماں ہوا
قدرت پکار اٹھی کہ نئی دید آج ہے
غنچوں نے مسکرا کے کہا عید آج ہے

١٧

اڑتا ہوا فلک پہ وہ روئے قمر کا رنگ
بکھرا ہوا شفق میں وہ خون جگر کا رنگ
فیروزی بنا ہوا وہ فضا میں سحر کا رنگ
وہ طائروں کے نغموں میں گلزار اثر کا رنگ
انداز دلپذیر ادا دل پسند ہے
یہ صبح کی پری ابھی شیشے میں بند ہے

١٨

بجلی بہار ایک ہے گلزار سیکڑوں
دھانی قبائیں پہنے ہیں اشجار سیکڑوں
آراستہ ہیں مصر کے بازار سیکڑوں
دستار گل میں ہیں در شہوار سیکڑوں
پنہاں کسطرح رنگ چمن میں سما گئی
شبنم بھی موتیوں کا خزانہ لٹا گئی

١٩

بلبل چہک اٹھی جو کھلے بوستاں کے پھول
غالب چناروں پہ ہوئے باغ جہاں کے پھول
مرجھا کے رہ گئے دو عالم گلستاں کے پھول
نظروں سے گر گئے سپہر آسماں کے پھول
چمکی جو تیغ موج ہوا دشت صاف میں
مریخ نے چھپایا خنجر غلاف میں

٢٠

اٹھا جو سبزہ چھپ گیا چرخ اخضری
کلیاں کھلیں تو دب گیا تاج اختری
کی سنبلے سے سنبل تر نے نہ ہمسری
وہ نام کی ہے زلف یہ زلف معنبری
سرخی گل شفق کی طرح سے جو چھا گئی
لالے کے دل میں شب کی سیاہی سما گئی

۲۱

وہ سبزہ کونپلوں سے نکلتی ہوئی بہار
وہ کیاریوں کی گود میں پلتی ہوئی بہار
نرگس کی انکھڑیوں سے ابلتی ہوئی بہار
چلتا ہوا ہے سحر کہ چلتی ہوئی بہار
بولی صبا اگر نہیں جادو تو کیا ہے یہ
بلبل دی صدا کہ نہیں معجزا ہے یہ

۲۲

گلزار میں بہار کے آنے کی ہے برات
غنچے بھی دوڑتے ہیں روش پر لگوں کے سات
سوسن کے لب پہ برق تبسم نئی ہے بات
شبنم شمیم گل سے بسی ہے تمام رات
بلبل کے رخ پہ رنگ چڑھا ہے شباب کا
چھڑکاؤ ہو رہا ہے چمن میں گلاب کا

۲۳

کلیاں چٹک چٹک کے پکاریں سحر سحر
بھونروں نے بلبلوں کو صدا دی ادھر ادھر
بولی نسیم صبح چلوں میں کدھر کدھر
ڈوبے ہیں آب جو میں صنوبر کمر کمر
ہر موج چل رہی ہے اٹھا کے پر نہر کے
پریاں نہا رہی ہیں کنارے پہ نہر کے

۲۴

وہ ذکر کبریا میں ٹھٹکتی ہوئی نسیم
شاخیں جھکی ہوئی ہیں پئے سجدۂ کریم
ہر سمت اس کے فضل کی وہ شہرت عمیم
ذرے کے ذروں کا وہ نعرہ ہو الرحیم
امیدوار رب کریم ذوالمنن کے ہیں
سمجھو تو اوس اشک ندامت چمن کے ہیں

۲۵

نازاں ہیں گل ملے ہوئے گلگونۂ نیاز
پانی ہوا وظیفۂ بلبل میں وہ گداز
سبزے نے زرد بقعہ بچھائی ہے جانماز
باقی نہ خار و گل میں رہا کوئی امتیاز
جتنے بلند و پست ہیں محو سجود ہیں
سب یک زباں مسبح رب ودود ہیں

۲۶

عالم میں یہ سحر کا ہے عالم کہ ہے ترنگ
باغ نبیؐ پہ چشم زدن میں ہے طرفہ رنگ
وہ اہل دیں کو طاعت معبود کی امنگ
گلزار دہر سے ہے جدا اس چمن کا رنگ
ہر پھول اس بہار کا رحمت سرشت ہے
کیا اس سے منزلت میں زیادہ بہشت ہے

۲۷

رحمت یہاں سے چشمۂ جاری کا نام ہے
دو خاص گل ہیں ایک نبیؐ اک امامؑ ہے
بلبل یہاں کا طائر سدرہ مقام ہے
یاں باغبان قدرت رب انام ہے
تازہ ہو روح جنبش موج صبا سے وہ
خضرؑ و مسیحؑ جس کا ہو آب و ہوا سے وہ

۲۸

پیشانی نبیؐ ہے یہاں کی سحر کا نور
ہے کہکشاں سے بڑھکے نشان ظفر کا نور
یاں ذرہ ذرہ سے ہے نمایاں قمر کا نور
وہ نور خاک میں ہے کہ چھپے نظر کا نور
فردوس میں چمن کو کہیں سے تصوب ہے
ہر برگ جس کا آئینۂ روئے خوب ہے

۲۹

گلشن میں بلبلوں کی نوا ہیں ادھر اذاں
نرگس ادھر ادھر ہمہ تن چشم آسماں
قمری وہاں یہاں ہیں ملائک دعا خواں
پھولوں کی صف وہاں یہاں قدسیوں کی صف یہاں
سوسن کے لب پہ وہ ہے صفت کبریا میں ہے
کی اسطرف نبیؐ نے ادا ہے نماز میں

۳۰

ہاں چشم شوق دین کے یہ رستے دیکھنا
ایماں کے عطر سے یہ چمن بستے دیکھنا
فضل پہ زر گل کستے دیکھنا
یہ حرف حق کے شیشوں میں گلدستے دیکھنا
بندش گلوں کی صنعت پروردگار ہے
گلدستہائے نور پہ قرباں بہار ہے

۱۳۱

جبریل سے پرتوں کے مصلّے بچھاتے ہیں
قربت کے جو شرف ہیں یگانوں نے پائے ہیں
اصحاب کے بعد وصف اپنی جگہ سے ہیں
کیا کیا مرے جمال نے منظر دکھائے ہیں
پروانہ جمال سراج منیر ہے
دیکھو صفت اخیر میں حاضر خبیر ہے

۱۳۲

کیوں اے خبر کہ سب سے جدا یہ بول چال
دلچسپ استعارے پہ تشبیہیں بے مثال
میر اکمال مان گئے صاحب کمال
ثنا اگر ہو فضل خداوند ذوالجلال
باغ سخن کو رونق خلد علا کروں
ہر فصل میں بہار کے مضموں ادا کروں

۱۳۳

اس راستے میں اور سے جایا نہ جائے گا
دو اک قدم بھی پاؤں بڑھایا نہ جائے گا
شرمندگی سے سر بھی اٹھایا نہ جائے گا
یہ رنگ پھولوں سے بھی اڑایا نہ جائے گا
کانٹوں سے ڈر، جھونک طبیعت کی خو نہیں
اب عطر بھی ملو تو محبت کی بو نہیں

۱۳۴

شفاف شکل سینہ بے کینہ ہے یہ نظم
جوہر میں جس میں مہ وہ آئینہ ہے یہ نظم
عرفان طبیعت کا گنجینہ ہے یہ نظم
افسانہ نہ قصہ پارینہ ہے یہ نظم
غل ہے کہ چمن چمن یہ سخن بے نظیر ہے
یہ اوج کی روش یہ بیان دلپذیر ہے

۱۳۵

دینا کے رنگ سے مرا انداز ہے جدا
بلبل کے زمزموں سے یہ آواز ہے جدا
چنگ و رباب و بربط سے یہ ساز ہے جدا
جادو کے ساحری سے یہ اعجاز ہے جدا
بوستاں بھی گلشن جنت سے کم نہیں
اس باغ میں کسی کے چمن کی قلم نہیں

۳۶

بنتے ہیں جو مصورِ فطرت سخن طراز
اُنکی مصوری کے کھلے ہیں عجیب راز
دعوے بڑے بڑے ہیں بصد افتخار و ناز
لیکن سخن ہے حُسنِ معانی سے بے نیاز
ہاں رنگِ نظمِ غیر کی تحریر خوب ہے
عکسی جہاں جہاں ہے وہ تصویر خوب ہے

۳۷

ناراض ہوں نہ میرے سخن پر سخن پناہ
میں خود بُرا ہوں سب سے نہیں جائے اشتباہ
اک عام بات تھی جو کہی ہے خدا گواہ
روئے سخن کسی کی طرف ہو تو رو سیاہ
رسوائے خلق ہونے کی حسرت نہیں مجھے
سودا نہیں جنوں نہیں وحشت نہیں مجھے

۳۸

کانٹے نہیں ہیں بزمِ چمن میں ہیں گل ہی گل
سو جان سے ہوں عاشقِ آلِ نبیٔ رُسُل
دل بادۂ ولائے علیؑ سے ہے جامِ مُل
آزاد رو ہوں اور مرا مسلک ہے صلحِ کل
ہوں برسرِ وفا یہ محبت نہیں مجھے
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

۳۹

واقف ہیں سب کہ واصفِ شاہِ انام ہوں
خاکِ درِ امامِ فلک احتشام ہوں
کیوں رات دن نہ محوِ درود و سلام ہوں
کیا کم ہے یہ شرف کہ علیؑ کا غلام ہوں
قانع ہے دل مرا کوئی حاجت نہیں مجھے
مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہیں مجھے

۴۰

دل ہم بلند و پست کے ہاتھوں رہا حزیں
آئینہ میں گردِ کدورت نہیں کہیں
گردوں کا ہے گلہ نہ کبھی شکوۂ زمیں
قسمت بری سہی پہ طبیعت بری نہیں
محسود ہوں حسد کی ضرورت نہیں مجھے
ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہیں مجھے

۴۱

عاشق ہوں اُس کا چاہتا ہے جس کو خود اللہ
خادم ہوں اُس کا جو کہ شہنشاہوں کا ہے شاہ
دل ہے خبیر مخبر صادق کا خیر خواہ
صادق ہوں اپنے قول میں غالب خدا گواہ
خواہش بجز حصول سعادت نہیں مجھے
کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

۴۲

اے عندلیب طبع فصاحت شیم خموش
بس اے صفیر بلبل باغ ارم خموش
ہاں اے زبان کلک بیاں رقم خموش
کب تک یہ گرم جوشیاں اے برق دم خموش
ہاں نیّر بریں دیں کے تصوّر میں جھوم لے
پائے نبی و دست ید اللہ چوم لے

۴۳

اے دیکھ وہ نماز سے فارغ ہوئے جناب
تیار ہو رہا ہے وہ دربار لاجواب
زینت فزود صدر ہے وہ مالک الرقاب
گردن جھکائے سامنے حاضر ہیں شیخ و شاب
ساکت ہیں سب کہ رعب بھی ہے اور ادب بھی ہے
اک پردے میں نشان کا حسن طلب بھی ہے

۴۴

ساعت ہے منتظر کہ یہاں شاہ زمن چلا
فرمایا ناگہاں کہ ہے میرا وصی کہاں
پشت و پناہ شاہ کی میرا عزیز جاں
دست خدا و نفس نبی فخر خانداں
آرام قلب و زینت پہلو کہاں ہے آج
دیکھو تو میرا قوت بازو کہاں ہے آج

۴۵

جاؤ گل ریاض شرافت کو جلد لاؤ
اُس میوۂ بہشت ولایت کو جلد لاؤ
ماہ منیر منزل عصمت کو جلد لاؤ
خورشید آسمان امامت کو جلد لاؤ
خالق نے جس کو زور بھی بخشا ہے شان بھی
دوں گا اسی کو فوج خدا کا نشان بھی

٤٦

اک شخص نے یہ عرض کی اے سید انام
ہم بھی ہیں خوش علیؑ کو ملے گر یہ احتشام
آشوب چشم سے ہیں پریشاں وہ نیک نام
پر جن کے بوسے بادشہا آسماں مقام
برج شرف کے نیر تاباں کو ساتھ لاؤ
سلماںؓ جاؤ فخر سلیماں کو ساتھ لاؤ

٤٧

سلماںؓ آئے پیش امامؑ ملک صفات
کی عرض یاد کرتے ہیں سلطان کائنات
سلماںؓ کے دوش پر جو رکھے دست حق نے ہات
قسمت سے ہاتھ آئی کلید در نجات
کہتے تھے ہر قدم کہ مقدر مرا بنا
یہ مرد پیر دست خدا کا عصا بنا

٤٨

آئے علیؑ جو پیش پیمبر بصد نیاز
پھیلائے دونوں ہاتھ [illegible] شاہ سرفراز
نفس خدا کو دل سے لگایا بفخر و ناز
دونوں گلے ملے تو ہوا منکشف یہ راز
جو نور دو جگہ تھا برابر جدا نہیں
قرآں سے حدیث پیمبرؐ جدا نہیں

٤٩

محروم تھے زیارت حضرت سے بوترابؑ
اعجاز سے حضورؐ نے فرمایا فیض یاب
پھیری زبان آنکھوں پہ سب اٹھ گئے حجاب
چشم ولی میں نور کا چشمہ بنا لعاب
خورشید بولا خوش رہو جاوید یا علیؑ
رکھتا ہوں میں بھی دیدۂ امید یا علیؑ

٥٠

تارا سی آنکھیں ہو گئیں جس دم بفضل رب
کی عرض مرتضیٰؑ نے نبیؐ سے بصد ادب
کیا حکم ہے غلام کو اے سید عرب
فرمایا مسکرا کے حبیب خدا نے تب
اب تک یہ جو رموز کہ پڑھنا تھے پڑھ چکے
سب تو نشاں اٹھا چکے جا جا کے لڑ چکے

۵۱

اب تم اٹھاؤ نشانِ اسلام کا نشان
تا ہو وہ چند فتح خدا کی شکوہ و شان
لہرایا پرچم اڑ کے سنا جبکہ یہ بیاں
اور اسطرف پھڑک گئیں بازو کی مچھلیاں
بیتاب تھا جو شاہِ ولایت کیواسطے
سیدھا ہوا نشان زیارت کیواسطے

۵۲

بخشا نشان خسروِ ایماں نے مرحبا
چوبِ علم کے اوج سے چرخ بریں دبا
دھانی پھریرا خضر کی خاطر بنا تھا
بکھرے ہیں اسکے دامن گل دامن صبا
کہتا ہے اس نشان کا جو رمز شناس ہے
طوبیٰ کی شاخ نخلِ امامت کے پاس ہے

۵۳

کاندھے پہ رکھا نشانِ اسلام کا علم
بچ کر سلاح رخش پہ بیٹھا وہ ذی کرم
بالو میں جا نہ تھے کہ رکابوں میں تھے قدم
وہ رحلِ زیں کا اوج وہ اسوار کا حشم
رونق بڑھائی مصحفِ ناطق کی شان نے
قرآں کیا تمام خدا کی زبان میں

۵۴ مطلع

موسا یتوں میں آتا ہے ہاں وزنِ مصطفیٰ
یہ ہے سرورِ خاطرِ محزونِ مصطفیٰ
رگ رگ میں حق کا زور ہے اور خونِ مصطفیٰ
رفتار میں فرس بھی ہے گلگونِ مصطفیٰ
ارکانِ دو جہاں کا اسے عرض و طول ہے
بے شک یہ ہم عنانِ براقِ رسول ہے

۵۵

زینِ فرس پہ کعبۂ دیں کا وہ اقتدار
عرش سماں پہ عرش پہ ہے اسمِ کردگار
خاتم پہ نگ ہے نگ پہ ہے بسم اللہ آشکار
کرسی پہ لوح لوح پہ قرآن کی بہار
موسا یتوں میں غل ہے یہ شانِ غفور ہے
ایمن میں طور طور پہ خالق کا نور ہے

۶۰

قلعہ کے دیدبان ہیں گھبرا کے ہمکلام
یہ کون روشنی کی ہوا آمد یہ دھوم دھام
ہر چند آ رہا ہے اکیلا یہ نیک نام
اقبال ساتھ ساتھ ہے ہمت کے ٹھاٹ سے انجام
سب کے جدا یہ شان بھی ہوا اور شکوہ بھی
بارو قار وہ ہے کہ دبتا ہے کوہ بھی

۵۹

تھے ساتھ ساتھ شاہ کے کچھ بے لاؤ سوار
فرمایا... ایک کا بھی نہیں خوف زینہار
تنہا ہی سر کروں گا میں اسدم یہ کارزار
تم دیکھتے جاؤ دور سے اس جنگ کی بہار
دیکھو تو کتنا حوصلہ اہل وفا کا ہے
بندے کو دو جہاں میں سہارا خدا کا ہے

۵۸

گھوڑا اڑا کہ جو وحشت میں دل ہوا کا
جنگل میں اس کے پڑ گیا ڈیرا بہار کا
اللہ رے دبدبہ اسد کردگار کا
دبکے ہیں شیر نیستاں میں سمٹ پچھار کا
ہیبت سے گر کے کون سمجھ سب کے چھپ گئے
جو شیر بنتے تھے وہی روباہ بن گئے

۵۷

آنکھوں میں باغیوں کی سماتا ہوا فرس
کانٹوں کو چھو کے روند کے ہٹتا ہوا فرس
ہر گام پر وہ پھول کھلاتا ہوا فرس
آتی ہوئی بہار ہو جاتا ہوا فرس
رہوار قطرہ زن ہے کہ ٹکڑا سحاب کا
جو نقش سم ہے پھول بنا ہے گلاب کا

۵۶

بجلی لرز گئی جو اڑا اسپ برق فر
پچھلے سموں سے پیچھے ہوا حسن بدنظر
باد ل چلے جو ساتھ تو آب آب ہو جگر
پہلے ہی سے وہ خود ہی پسینے میں تر بتر
پیچھے ہیں سب، شاہ نسیم آگے آگے ہے
ہاں ہاں، مشک بو کی شمیم آگے آگے ہے

٦١

تنہا چلا ہے لڑنے کو ہمت غضب کی ہے
رن میں پہلوان بھی دہشت غضب کی ہے
گردوں جھکا ہے پاؤں پہ شوکت غضب کی ہے
قہر خدا عیاں ہے جلالت غضب کی ہے
چھائی ہے دشت و کوہ میں ہیبت دلیر کی
مرکب کے نقش سم ہیں کہ آنکھیں ہیں شیر کی

٦٢

تھی داستان رنج بھی رنگین ادھر
ناگاہ دل دو پارہ ہوئے پھٹ گئے جگر
ظاہر ہوا یہ معجزۂ شاہ بحر و بر
در آیا نگہ میں علم سید البشر
چلائے دیدبان کہ نشان خدا یہ ہے
توریت کی قسم شہ خیبر کشا یہ ہے

٦٣

مرحب نے فوج سے یہ سنی جبکہ گفتگو
ہنس کر پکارا حارث بدبیں کو کینہ جو
آیا وہ سامنے تو یہ کہنے لگا عدو
فوج یہود کی ہے ترے ہاتھ آبرو
خنجر بکف ہو تیغ شرر دم سنبھال لے
کون آیا ہے یہ اسکو ذرا دیکھ بھال لے

٦٤

ناری نے یہ سنا تو چڑھا جنگ کا بخار
نکلا شریر قلعہ سے گرما کے راہوار
خیبر کے اژدہے نے کیا قصد کارزار
بولی اجل کہ شیر کے منہ پر چلا شکار
اُسکی نظر میں کیا ہیں یہ پیچیں جلے شریر کے
بچپن میں جس نے دو کیا اژدر کو چیر کے

٦٥

آیا مقابلے کو علی کے عدوئے رب
بولا کہ میرے نام سے جل جاتا ہے عرب
شاہ اسد پکار اٹھے چپ ہو بے ادب
کھل جائے گی حقیقت لاف و گزاف سب
بھالا سنبھال خنجر خونخوار کھینچ لے
دعویٰ یہ ہے تو ڈاب سے تلوار کھینچ لے

۲۶۶

قدیم جن بیر غصہ سے کر نا پایا ہمیشہ زیبائیت
آئے ہے بلندی پایہ و دین [illegible] فضل [illegible]
اٹھا علی کا ہاتھ [illegible] وصل [illegible]
ایک [illegible] بیچ [illegible] [illegible]
[illegible] صدا [illegible] گو [illegible]

۲۶۷

تیرہ صدا او [illegible] ساقی تو پیر [illegible] نام
دنیا [illegible] صدیقی مصطفیٰ [illegible] یادی کا نام
[illegible] صفات [illegible] فضل [illegible] کلام
[illegible] ہیں [illegible] بیرا پام
دوا [illegible] ہیں [illegible] پاؤ [illegible] ساقیا

۲۶۸

ساقی تری [illegible] عطا سے [illegible] پیڑ
[illegible] [illegible] ابر کرم کا سحاب ہے
[illegible] نظر [illegible] آفتاب ہے
[illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible]

۲۶۹

بد ہست بیر [illegible] فیض کی [illegible] ساقیا
مست سے دلا [illegible] ساقیا
دامن [illegible] [illegible] ساقیا
[illegible] [illegible] ساقیا
نظر و ہیں [illegible] [illegible]
[illegible] جا ناجی

۲۷۰

شنو میں درنا سے میں بیرا [illegible] اب
[illegible] جانا پاؤ میری جان نثار اب
[illegible] گلشن میں [illegible] کیا رباب
[illegible] کلام [illegible] کیا رباب
الفت کا [illegible] کا گلاب
جنت میں گل کھلا [illegible]

۷۱

تیری عطا ہو میری طبیعت بھی ساقیا
کرتی نہیں کمیں یہ بہ افضالِ کبریا
حارث کو ختم کر کے بھی دم بھر نہ دم لیا
مرحب کے آگے آتے ہی پھر اک جام سے پیا
کم تھی نہ اپنے رنگ میں یہ داستاں بھی
اب تیغ ہی کے ساتھ چلے گی زباں بھی

۷۲

مرحب نے پائی حارث خود سر کی جب خبر
چہرہ قلق سے زرد ہوا ہل گیا جگر
جلنے لگا جو دل تو ہوا آگ اہل شر
کھولے سب غرور کی جنگ پر کمر
دم پیچ کھینچتا ہوا جھک مارتا ہوا
بل کھا کے نکلا قلعے سے پھنکارتا ہوا

۷۳

کہتا تھا بار بار یہی ہو کے خشمناک
حارث کو اس جواں نے کیا ہے اگر ہلاک
مجھ کو بھی اس کے قتل میں اصلا نہیں ہے باک
ہلتی ہوئی زمیں نے کہا منہ میں تیرے خاک
توریت دیکھ لے یہ خدا کی کتاب ہے
تو ریگ دشت کفر ہے یہ بوتراب ہے

۷۴

مشتاقِ جنگ ساتھ ہوئی فوج بد شعور
ترچھا فرس پہ بیٹھا تھا کج فہم اہل زور
خود پیش پیش دور پیادہ شریر دور
آیا قریب سیفِ الٰہی وہ پر غرور
انگڑائی لے کے روک لیا راہوار کو
آئی ادھر ہنسی شہِ دلدل سوار کو

۷۵

نام و نسب پہ کہہ چکا جب فخر وہ شریر
رطب اللساں بحر میں ہوئے حضرتِ امیر
فرمایا بادشاہ رسل کا ہوں میں وزیر
اللہ نے کیا مجھے عالم کا دستگیر
عمراں کی جان لحم بنت اسد ہوں میں
حیدر ہوں جس کا نام وہ شیر صمد ہوں میں

۱۷۶

حیدرؓ کا نام سنتے ہی تھرا گیا شقی
پھر دیکھا غور سے طرف شاہ متقی
سمجھا کہ نذر موت ہوئی عمر ما بقی
نیرنگیاں دکھاتا ہے یہ چرخ ابلقی
کیسی ہر ایک خاک میں تدبیر مل گئی
جو شب کو خواب دیکھا تھا تعبیر مل گئی

۱۷۷

گھبرا کے بھاگنے کو تھا میدان سے مگر
چلائی موت بن کے کمبخت چلا کدھر
بولی شجاعت شہ مرداں بہ کر و فر
تشویش کس لیے ہے اٹھا گرز گاو سر
دست خدا کا زور بھی بد ذات دیکھ لے
کچھ اپنے وار کر کے پھر ہات دیکھ لے

۱۷۸

دل میں خیال جنگ جو تھا گر چکا تھا
کانپے قدم رکاب و زین پر نہ رکا تھا
پھری جمائی، باگ اٹھائی، جھکا تھا
جھپٹنے کو تو تھا وہ مگر بے نکا تھا
ایمان و کفر دو ہے یہ ہنگام بیم ہے
شیر حرم کے سامنے روباہ دیم ہے

۱۷۹

لرزاں تھا گرچہ خوف سے کاری کا بند بند
لیکن اٹھا کے گرز بڑھا وہ جفا پسند
بھرپور اپنا وار کیا پھیر کر سمند
یاں فضل حق تھا شامل مولائے ارجمند
کاپا یہ دل جلال شہ خوش صفات سے
جی چھٹ گیا کہ چھوٹ پڑا گرز ہات سے

۱۸۰

تلوار اٹھا کے پھر ہوا تیار اہل کیں
قربان جوہر سپر شاہ مومنیں
قبضہ تو ہاتھ ہی میں رہا پھل گرا کہیں
الٹی خدا کے ہاتھ سے کہنی تک آستیں
سیف خدا کے رعب سے میدان ہل گیا
شیرازۂ ہمہ سے بیابان ہل گیا

۵۸۱

ہم نام ذوالجلال نے تلوار کی علم
اُس غیظ کی ہوا میں وہ لہرائی پیچ خم
میکال و جبرئیل و سرافیل سہم
وقفہ فلک پہ رکنے کا پایا نہ ایک دم
قدرت کے جلوے آکے دکھائے زمین پر
حکم خدا کے ساتھ اُتر آئے زمین پر

۵۸۲

مرحب کے ساتھ تھے جو تن آور وہ ہٹ گئے
جو پہلوان بھیڑ کئے تھے وہ چھٹ گئے
دعوے تنے تھے جن کے جنھیں وہیں کٹ گئے
بازوئے شہ سے دو ملک آکر لپٹ گئے
طرفہ جہاد شاہ نے منظر دکھا دیئے
روح الامیں نے زیر زمیں پر بچھا دیئے

۵۸۳

حجت تمام کرنے کو شہ کہتے ہیں پند
اُس اہرمن کو دین الٰہی نہ تھا پسند
مولا قریب اُس کے گئے پھیر کر سمند
دشمن کا قد جو قامت اقدس سے تھا بلند
طوفاں میں آکے بحر شجاعت چڑھا رہا
دو ہاتھ دست بازوئے خیبر اڑا رہا

۵۸۴

لہرا کے جب بلند ہوئی غیرت نہنگ
دریائے غم میں ڈوب گیا اُس کے دل کا رنگ
مرحب نے لی سر پہ سپر وقت تھا تنگ
پر دم کے دم میں ڈھال پہ جا پہنچی بیدرنگ
آئی جبین تک کلہ سنگ کاٹ کے
پانی زیادہ ہو گیا پتھر کو چاٹ کے

۵۸۵

آواز تیغ قلعہ کے در تک پہونچ گئی
یہ سر سے اُتری اور جگر تک پہونچ گئی
زین فرس پہ بھی جو کمر تک پہونچ گئی
کہتے ہیں جبرئیل کے پر تک پہونچ گئی
حاصل ہوئی پناہ دامن بید تیغ سے
بازو ملک کا جھول گیا بار تیغ سے

۴۶

نکلی زمین سے پیر جبریل چوم کر
شیر اڑنے کی تکبیر جھوم کر
شور برزن نے کر دیے گوش ظلوم کر
بھاگی سپاہ ڈھاٹیوں سے گھوم گھوم کر
آئی ندا کہ امن کی ان کو نہ راہ دو
مومن ہو جس کی پشت میں اس کو پناہ دو

۴۷

خندق کے پار اتر گئے جو فوج اہل کیں
پھینکا ہر اک نے تختۂ پل توڑ کر وہیں
پہونچے کنارے پہ جو شہنشاہ مومنیں
پشت فرس سے کود کے کیا کہیں
آئی صدا یہ دشت و در و کوہ و دشت سے
قرآن بولتا ہوا اترا ہے عرش سے

۴۸

کی جست اس طرف سے جو دم میں یکبار
خندق کے اس طرف گئے شاہ آسمان وقار
واں جا کے پھر چمکنے لگی تیغ برق بار
ڈر کر سپاہیوں نے لیا جادۂ فرار
سامان امان پانے کا وہ چند کیا
قلعہ میں جا کے چھپ کے در بند کیا

۴۹

چھپنے لگا ان شیر امام فلک پناہ
قلعہ کے پاس ڈھال کو پھینکا بعز و جاہ
لوہے کے در میں انگلیوں نے بنا لی راہ
دادو دکھا کمال ہوا دست بو شاہ
جنبش جو دی تو کام ہر اک سر بسر بنا
دست خدا کے ہاتھ میں وہ در سپر بنا

۵۰

چلنے لگی حصار میں پھر تیغ شعلہ ور
بولے ملک کہ شان الہی پہ جلوہ گر
بخشی تھی یہ خزانۂ قدرت میں پیشتر
محبوب سے خدا کو یہ شمشیر کس قدر
جوہر کرامتوں کے چھپے اس کی ذات میں
حیدر کو دے کے قبضہ رکھا اپنے ہات میں

۹۱

پایا کسی نے بحرِ برش کا نہ اور چھور
برباد ہو رہے تھے وہ سب پیش کے شل و ور
روکے رکا نہ بازوئے خیبر کشا کا زور
آخر کو ہر طرف سے اٹھا الاماں کا شور
اسلام کا نہیب جو ہر دل پہ چھا گیا
شیرِ خدا کو دشمنوں پر رحم آ گیا

۹۲

خندق کی سمت پہلے تو دیکھا یہ شہ نے حال
آتے ہیں مصطفیٰ مع اصحابِ خوش خصال
سب فوج کو عبور کی تشویش ہے کمال
قربان زور و ہمتِ ضرغامِ ذوالجلال
پٹنے کو پھول پھول کو گلشن بنا دیا
در کو سپر کیا پلِ آہن بنا دیا

۹۳

خندق کے عرض سے تھا بہت در کا طول کم
تھے بیچ میں ہوا پہ معلق شہِ امم
آجاتے تھے جو تختے پہ ارباب ہمم
اُس سمت اتار دیتے تھے مولائے ذی حشم
غل تھا شرف یہ خاص ہیں حیدر کے واسطے
ایسے قدم ہوں دوشِ پیمبر کے واسطے

۹۴

آئی تمام فوج جو اُس سمت سے ادھر
دستِ خدا نے پھینک دیا ہاتھ سے وہ در
فرمایا مصطفیٰ نے مبارک ہو یہ ظفر
رکھا علیؑ نے پائے ہمایوں پہ جھک کے سر
شہ نے خطاب فاتحِ خیبر عطا کیا
حیدرؑ نے جھک کے شکر کا سجدہ ادا کیا

۹۵

کس درجہ شکر دوست تھے آقائے نیک نام
واقف ہوئے نہ شکوے سے جانِ الم
ہو صلح یا کہ جنگ حزیں ہوں کہ شادکام
ہر امر کا رضائے خدا پر تھا اختتام
کفار سے جہاد کیا جب تبھی کیا
جس وقت حکمِ صبر ہوا صبر بھی کیا

٩٩٦

کیا کیا نہ بعد ختم رسالت ہوئے ستم
ڈگے نہ پائے راہ رضا سے مگر قدم
فاقوں میں بھی عیاں تھا جبیں سے نہ رنگ غم
رسی بندھی گلے میں تو دل کو نہ تھا الم
پابند صبر کرتا رہا کبریا کا شکر
گردن میں ریسمان زباں پر خدا کا شکر

٩٩٧

تھا بس کہ صابر و متحمل وہ دیں پناہ
معصوم کے خلاف تھے سارے لعیں کینہ خواہ
آخر کو ابن ملجم ملعون و رو سیاہ
راضی ہوا کہ قتل کرے شہ کو بے گناہ
دل میں غبار امامؑ کی جانب سے بھر گیا
تاریخ و وقت ہو گیا طے دن ٹھہر گیا

٩٩٨

کیا سال تھا یہ جس میں مصیبت عیاں ہوئی
ماہ صیام تھا کہ قیامت عیاں ہوئی
اٹھارھویں گذر گئے کہ آفت عیاں ہوئی
تیرہ ہوا جہان شب ضربت عیاں ہوئی
ظاہر جلال و رعب خدا کے نشاں ہوئے
شمع حرم کی آنکھ سے آنسو رواں ہوئے

٩٩٩

مولا پہ رعب بارگہ کبریا بھی تھا
اور شوق سیر گلشن صبر و رضا بھی تھا
پیش نگاہ منظر خوف و رجا بھی تھا
دل کی طرح زباں پہ شکر خدا بھی تھا
تھی اس طرف عطا و عنایت بھی ناز بھی
تھا اس طرف خلوص و وفا بھی نیاز بھی

١٠٠٠

کہتے تھے بار بار امامؑ حجاز شکر
دنیا سے کام کیا ہو مرے کارساز شکر
سب کھل گئے محبت خالص کے راز شکر
بندے کو تو نے یاد کیا بے نیاز شکر
حالت ہے مضطرب دل پر اشتیاق کی
عاشق پہ تیرے شاق ہیں گھڑیاں فراق کی

۱۰۱

اُس رات تھی یہ حالتِ سلطانِ انس و جاں
گہ خوفِ حق میں آنکھوں سے آنسو ہوئے رواں
دیکھا نکل کے گھر سے کبھی سوئے آسماں
اولاد سے کبھی یہ کہا ہو کے مہرباں
ہرچند اپنی موت سے واقف بشر نہیں
لیکن اجل سے دارِ فنا میں مفر نہیں

۱۰۲

کلثومؑ رو کے کہتی ہیں اے قبلۂ انام
کیوں آج ہیں زبان پہ بیہ یاس کے کلام
سمجھا کے تخت دل کو یہ فرماتے ہیں امامؑ
آئے تھے میرے خواب میں پیغمبرِ انامؐ
ارشاد تھا کہ حق وصیت ادا کیا
اللہ نے صلہ تمہیں اُس کا عطا کیا

۱۰۳

اب بہر پاس خلدِ بریں کو گیا علیؑ
اہلِ جناں پہ رستے تکتے ہوں منتجی
پر خواب شب جو کہہ چکا اللہ کا ولی
سب سو رہے تھے دل شیرؑ کو بیکلی
اک تیر تھا کلیجے کے جو پار ہو گیا
بیتاب روتے روتے وہ دلدار ہو گیا

۱۰۴

کٹتے تھے بار بار شہنشاہ روزگار
حق کہہ گئے ہیں مجھ سے رسولِ فلک وقار
مانع ہو میرے قتل سے کس کو یہ اختیار
ناگاہ وہ صبح آئی کہ تھا جس کا انتظار
گھر سے وضو کے بعد امامِ مبیں چلے
مسجد کی سمت قبلۂ دنیا و دیں چلے

۱۰۵

مسجد میں آئے کعبۂ دیں قبلۂ زماں
پہلا امام کہنے لگا آخری اذاں
بولے یہ دشمنانِ علیؑ ہو کے شادماں
اب ہوتے ہیں شہید شہِ آسماں مکاں
بیدار ابنِ ملجمِ بدکار ہو گیا
قتلِ علیؑ کے واسطے تیار ہو گیا

۱۰۶

کہہ کر اذاں نماز میں مصروف تھے امام
پہلا ابھی تھا سجدۂ معبودِ خاص و عام
جو ابن ملجم آ گیا تو لیے ہوئے حسام
ایسا ستم کیا کہ گرے رکنِ دیں تمام
شمشیرِ ظلم سر سے جبیں تک اتر گئی
ریشِ مبارکِ شہِ دیں خوں میں بھر گئی

۱۰۷

آواز جبرئیل نے دی وا مصیبتاہ
مسجد میں قتل ہو گئے سلطانِ دیں پناہ
زینب نے جب صدائے غم آگیں سنی ہو آہ
رو کر کہا حسنؑ سے کہ گھر ہو گیا تباہ
مالک بچائے جان امامِ جلیلؑ کی
میں کیا کہوں جو آئی صدا جبرئیلؑ کی

۱۰۸

روئے حسنؑ حسینؑ روانہ ہوئے شتاب
مسجد میں آئے تو نظر آیا یہ انقلاب
غلطاں ہیں سر کے خوں میں شہِ آسماں جناب
کہتے ہیں خاک زخم میں بھر بھر کے بوتراب
واقف بنا ہو دل سے خداوند پاک ہے
آغاز سب کا خاک تھا انجام خاک ہے

۱۰۹

ناگہ نمازی آئے تو بولے شہِ زمن
ان لوگوں کو نماز پڑھا دو تم اے حسنؑ
پوچھا جو حاضرین نے رو کر بصد محن
کس نے لگائی تیغ یہ اے شاہِ صف شکن
فرمایا جس نے ناقۂ صالح کو مارا ہے
اس سے سوا شقی ہے جو قاتل ہمارا ہے

۱۱۰

کیا فائدہ بتائیں جو قاتل کا اپنا نام
ظاہر کرے گا آپ اسے خالقِ انام
فارغ ہوئے عبادتِ حق سے جو خاص و عام
محبوس کر کے لایا گیا قاتلِ امام
گردن میں ریسمان کے تھے پھندے پڑے ہوئے
دہشت سے دونوں آنکھیں حلقے سے پھٹے ہوئے

١١١

قاتل سے اپنے کہنے لگے شاہ اوصیا
تجھکو شہید کرتے نہ آئی تجھے حیا
کیا میں نہ تھا وصیٔ شہنشاہِ انبیا
کیا میں نے تیرے ساتھ کچھ احسان کیا
دعوت کا یہ صلہ کہ عنایت کا یہ عوض
آخر میری کونسی خدمت کا یہ عوض

١١٢

ساکت تھا جھکائے ہوئے سر وہ بدشعار
کہنے لگے حسنؑ سے شہنشاہ نامدار
خیر اس نے جو کیا سو کیا، کیا تھا اختیار
بیشک نہیں ہے رحم کے قابل یہ زینہار
اسکی جفا کے بدلے میں کیا چاہئے نہیں
حال پر اپنے لطف و عطا چاہئے نہیں

١١٣

کس زور سے بندھی ہوئی ہیں اسکی مشکیں آہ
قیدی پہ اپنے چاہیے ہو مہر کی نگاہ
ہر چند میرا دشمن جاں ہے یہ کینہ خواہ
حال اس کا دیکھ سکتے نہیں میں خدا گواہ
شرم آتی ہے علیؑ کو اب اس بد صفات سے
تم اس کے ہاتھ کھول دو خود اپنے ہات سے

١١٤

ہے اسکا حال دیکھ کے دل پر مرے تعب
دیکھو تو خشک ہو رہے ہیں کیسے اسکے لب
بھوکا رہا جو میرا مہماں تو ہے غضب
حاصل اگر شفا ہوئی مجھکو بفضل رب
احسان کی جزا میں رضا حق کی لونگا میں
توبہ کریگا یہ تو اسے بخشدوں گا میں

١١٥

رہنا اس کے حال پریشاں سے بے خبر
کھاؤں جو میں کھلانا تم اس کو پیشتر
کس حد پہ رحم دل تھے شہنشاہ نامور
قاتل کی دعوت آہ ہوئی یوں کہیں مگر
جسکے لئے یہ تیغ زن شاہ حسین تھا
فاقہ تھا تین روز سے پیاسا حسینؑ تھا

۱۱۶

حالت ہوئی علیؑ کی دگرگوں جو ایکبار
لائی گئی گلیم پئے شاہ ذوالفقار
مولا کو گھر میں لے چلے سبطین نامدار
آنکھیں تھیں اشکبار دل ان کے تھے بیقرار
شور بکا سے حشر بپا تھا سب جہان میں
اک زلزلہ عیاں تھا زمین آسمان میں

۱۱۷

گھر میں جو آئے سرور دیں ہادی امم
کھولے سروں کے بال ہوئے دختر کرم
مسند پہ شاہ دیں کو لٹایا بدرد و غم
سیدانیوں نے خاک ملی چہروں پہ بہم
ماتم کدے میں طرفہ قیامت تھی کربلا
زینبؑ نے منہ پہ خون شہ بحر و بر ملا

۱۱۸

بکھرائے زلف آئی جو اکیسویں کی رات
بستر پہ اٹھ کے بیٹھے شہنشاہ کائنات
بلوایا اپنے سامنے سب کو ایک بات
حاضر ہوئے جو پیش علیؑ وہ نکو صفات
کاغذ وصیتوں کا رقم کرکے دیدیا
ایک اک کا ہاتھ ہاتھ میں شبیرؑ کے دیدیا

۱۱۹

بعد اس کے کچھ نہ کہہ سکے مولائے بحر و بر
آیا پسینہ موت کا زخمی جبین پر
اک ربع رات ہو گئی جب اسطرح بسر
پہونچے جناں میں منزل ہستی کو چھوڑ کر
اس حادثہ سے خلق میں آفت گذر گئی
آل رسولؐ میں تو قیامت گذر گئی

۱۲۰

ہر گھر میں تھی عزائے شہنشاہ بحر و بر
ارکان دیں لرزنے لگے گر گئے شش در
کہتا تھا کعبہ میرا مطہر گیا کدھر
تھے سنگ فرش بیت مقدس لہو میں تر
مسجد ترپ رہی تھی نمازی کے واسطے
اسلام آپ روتا تھا غازی کے واسطے